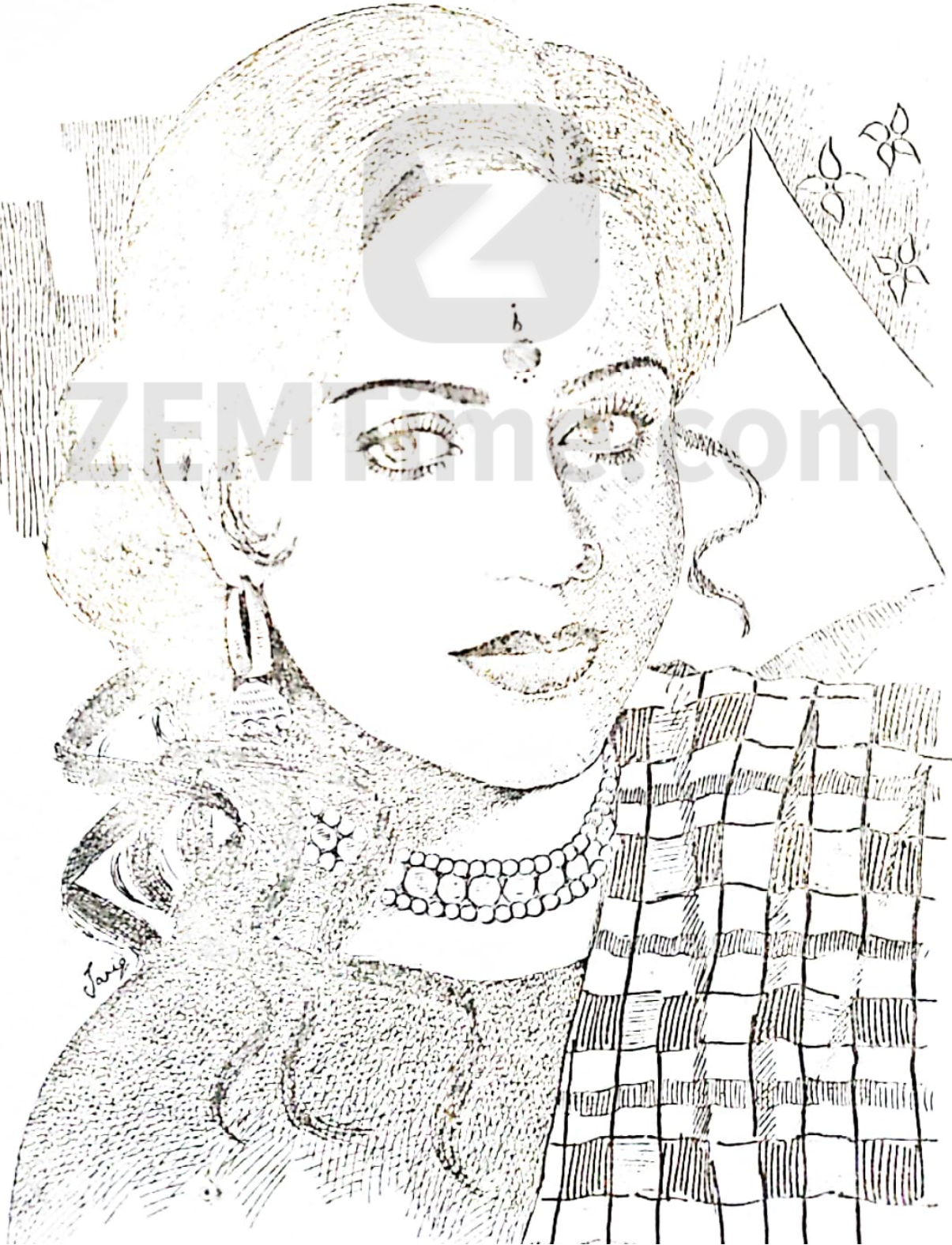


عندلیب زہرا

ایک قصی عکاسیہ

عانیہ کو مرکز نگاہ بننا پسند تھا۔
رہتی۔ صورت من موہنی تھی۔ امی پیاری پیاری فراکس
شروع سے وہ توجہ حاصل کرنے میں کامیاب
پہنا تیں، ہر فیشن کا لباس۔



لیکن صنف مخالف میں۔
اس کی تعلیم آخری مراحل میں تھی۔
شرانے اپنی منگنی میں سب سہیلیوں کو مدعو کیا
تھا۔

اس کا منگیترا، ہنس مکھ اور خوش مزاج تھا۔ ہنس
ہنس کر سب کی باتیں انجوائے کر رہا تھا۔
جب سہرے بالوں والی، پنک میکسی میں ملبوس
عانیہ ایک ادا سے نزدیک آئی۔
”کیسے ہیں دولہا بھائی؟“ کھٹکتی آواز میں

پوچھا گیا۔
پھر وہ مسلسل فقرے چست کرتی رہی۔ جسے
سب انجوائے کر رہے تھے۔ انداز اتنا بے ساختہ تھا
کہ وہ ٹھنک کر رہ گیا اور پھر بہانے بہانے سے
اسے دیکھتا رہا اور دلہن بنی شرانے بے چین ہونے
لگی۔

عانیہ تو خوش رنگ تلی تھی۔ ہنس بول کر اپنا دل
خوش کرتی۔ یہ اندازہ لگائے بنا کہ مردوں کی نظریں
اور تبصرے اسے ہلکا کر رہے تھے۔ اس کے نزدیک
ذرا سی ہنسی، مذاق، نمایاں ہو کر رہنا معمولی باتیں
تھیں۔

شرانے بہانے سے دوستی ختم کر لی۔ شادی
میں بھی مدعو نہ کیا۔ عانیہ کو کون سی پروا تھی بھلا۔
بعض اوقات والدین کی یہ سوچ، حقیقت کا
ادراک نہیں ہونے دیتی کہ یہ بچی ہے۔ یہی تو عمر
ہے، ہنس کھیل لے، زندگی بھر کے خسارے سے
دوچار کر دیتی ہے۔

وقت سبک رفتاری سے رواں تھا۔ عانیہ کی
آنکھوں میں سچے خواب بہت اونچے تھے اور ان کی
آبیاری اس کی ماں نے کی تھی..... جو سہیلیوں کی
خوشامدی باتوں اور صنف مخالف کی توجہ نے تناور
کر دیے تھے۔

☆☆☆

”عانیہ کی تعلیم مکمل ہے۔ اس کی شادی کی

بالوں کو سجاتیں، ربڑ، پنوں سے آراستہ
کرتیں۔ وہ جیتی جاگتی گڑیا لگتی سب کو۔ باتوں میں
اتنی بے ساختگی ہوتی کہ سب کا دل موہ لیتی۔
یوں سب کی توصیفی نگاہ سمیٹے سمیٹے، کب
خود پرستی کا شکار ہوئی، خبر نہ ہو سکی۔
اسکول میں بھی وہ معروف تھی۔
اپنی شوخی سے..... فیشن سے.....
میٹرک کی چھٹیوں میں کزن کی شادی کا غلغلہ
اٹھا۔

تایا کے بیٹے کی شادی تھی۔ پہلے سپوت تھے، سو
سب کا جوش دیدنی تھا۔ خصوصاً نئی نسل..... سب سے
زیادہ پر جوش عانیہ تھی۔ وہ سب سے الگ دکھنا چاہتی
تھی۔ سو سب سے ہٹ کر تیاریاں کر رہی تھی خفیہ
انداز میں۔

”نجانے یہ مس ورلڈ کیا پہنے گی؟“ کزنز ناک
بھوں چڑھا کر تبصرے کرتیں۔

ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ سو ہر روک ٹوک
سے بے نیاز ہی رہتی۔

جب شادی کا دن آیا تو کم سن عانیہ جان محفل
تھی۔ ہر نگاہ اس کی جانب اٹھ رہی تھی۔ بار بار اور
بے اختیار۔

کسی میں حسد تھا..... تو کسی میں تو صیغ۔
عانیہ نے ہمیشہ سب کی توجہ ہی سمیٹی تھی سو کچھ
بھی نیا نہ تھا۔ ہاں، صنف مخالف کی توجہ اس کے لیے
ایک نیا تجربہ تھا۔ کچھ الگ سا..... منفرد۔ گدگداتا
ہوا۔ چٹکے چھوڑتے لڑکے، بہانے بہانے سے اسے
مخاطب کرتے۔

اور وہ ایک ادا سے سمٹ رہی تھی، یوں اس
تقریب کے بعد عانیہ میں ایک نئی تبدیلی آ گئی۔ جب
یکے بعد دیگرے رشتے آئے، والدین نے اس کی کم
عمری، تعلیم کا بہانا بنا کر انکار کر دیا۔ عانیہ کو بھی
اعتراض نہ تھا۔ لیکن کسی کا یوں پسند کرنا، سراہنا۔ اسے
اپنا آپ منفرد لگتا۔ اسے اب بھی مرکز نگاہ بننا پسند تھا

کوشش کرو، یہی مناسب عمر ہے۔“ عانیہ کے والد کو خیال آیا۔

”ہمم.....“ ان کا انداز کھویا کھویا تھا۔

”کیا ہوا؟“ شریک حیات کو کم صم دیکھا تو

پوچھا۔

”سوچ رہی ہوں کہ خاندان میں کتنے لڑکے ہیں ناں، عانیہ کسی کو نظر نہیں آتی۔“ امی کے لہجے میں گلہ تھا۔

”اللہ بہتر کرے گا۔“

ابو نے تسلی دے کر بات تمام کی تھی لیکن واقعی بیوی کے توجہ دلانے پر غور کیا تو اب تک کسی نے دامن نہ پھیلا یا تھا۔

عانیہ خوش شکل، پڑھی لکھی تھی۔ جاب کر رہی تھی۔

کچھ رشتے، جاننے والوں کے توسط سے آئے تھے لیکن وہ معیار پر نہ اترے۔ شاید آس اپنوں سے تھی۔ ہمت کر کے نند سے بات کی۔

”سہلا حق بھائی کی بیٹی پر پھوپھو کا ہوتا ہے۔“ شیریں آگئیں لہجہ میں تمہید باندھی۔ ایسہ کا افسر بیٹا کب سے نظروں میں تھا۔

ایسہ نے سر ملانے پر اکتفا کیا تھا اور بات بیٹے کی مرضی پر تھوپ کر ختم کر دی۔ وجہ ان کے داماد کے وہ تبصرے تھے جو وہ اپنی بیوی کے سامنے گا ہے بگا ہے عانیہ پر کرتا رہتا۔

بھلے وہ تعریف ہوتی لیکن مہرین کلس کر رہ جاتی کیونکہ مجازی خدا موازنہ کر کے احساس دلاتا کہ وہ شوخ و چیل لڑکی دل کے کتنے قریب ہے..... جو بے دھڑک گفتگو کرتی ہے، فیشن سے بخوبی واقف ہے۔ وہ موٹی، مسالوں کی خوشبو میں بسی بیوی کو احساس دلاتا۔

”مما! ہمیں اپنے بھائی کے لیے گھریلو لڑکی درکار ہے۔ جو گھر بنانا جانتی ہو۔ سب کو جوڑ کر رکھے، باکردار۔“

مہرین نے چھوٹی بہنوں کو ساتھ ملا کر ماں کا برہنہ واش کیا تھا۔ بھائی کی محبت کی عینک اتاری تو بیچی میں خامیاں نظر آئیں۔ سو سبھاؤ سے انکار کر دیا گیا بلکہ بیٹے کی مٹھائی بھیج کر گویا پیچھا چھڑا لیا۔

بڑے ماموں کا اسفر سب ماؤں کا خواب تھا۔ آرمی آفیسر..... عانیہ کو یقین تھا کہ یہ گوہر اس کا ہی نصیب بنے گا۔ دونوں دوست تھے۔ پکنک مناتے، شادی بیاہ پر رونق لگاتے۔

لیکن اسفر نے شریک سفر کے لیے اپنی سوچ واضح کر دی اور ویسی ہی لڑکی ڈھونڈ لایا۔ اس کے دوست کی بہن تھی۔

پڑھی لکھی، باوقار، مقابل سے فاصلہ رکھ کر بات کرنے کا ہنر بخوبی جانتی۔ ماں بہنوں کے استفسار پر بس یہی کہا کہ عانیہ اس کے آئیڈیل سے کوسوں دور ہے۔

”تو وہ سب کیا تھا بھائی؟“

چھوٹی محدثہ منہ پھٹ گئی، اشارہ آؤٹنگ اور ہوٹلنگ کی طرف تھا جس میں عانیہ کی شمولیت لازمی ہوتی۔

”نائم پاس۔“ اسفر نے دو لفظوں میں بات ختم کر دی لیکن عانیہ کے لیے تو یہ آئینہ تھا جس کے کانوں تک یہ تبصرے پہنچے تھے۔

لوگ خوب صورت عانیہ کی شادی سے متعلق استفسار کرتے۔

کبھی بات نصیب پر، بندش پر ڈالی جاتی یا دھوکے باز رشتوں پر.....

وقت سرک رہا تھا۔ شہر یار کسی کے توسط سے آنے والا رشتہ تھا۔ دیکھنے میں بھلا لگتا۔ جاب بھی مناسب تھی۔

”اب انکار مناسب نہیں..... مزید دیر ہو جائے گی۔“ والدین کا فیصلہ متفقہ تھا۔

عانیہ نے بھی سر تسلیم خم کرنا بہتر جانا۔ شاید اب

وہ بھی تھکنے لگی تھی۔ ڈال ڈال پر خوش رنگ تلی بن کر تھک چکی تھی اور اب کسی چڑیا کی طرح گھروندا کی بنیاد چاہتی تھی۔

عورت کا فطری تقاضا ہے یہ ازل سے، سو وہ بھی اب راضی بہ رضا تھی۔

اس نے اپنی شادی پر خوب رونق لگائی۔ فنکشنز یادگار بن گئے تھے۔ وہ اپنی خوشی سب پر ثابت کرنا چاہتی تھی، ان سب پر جو اسے ٹھکرا گئے تھے۔

مہندی کا فنکشن یکجا تھا۔ اس کے فرینڈ، کولیگز سب مدعو تھے۔ ایک دوسرے پر فقرے چست کرتے، بولڈ..... عانیہ کو چھیڑتے۔

کسی کے لیے یہ سب ناقابل برداشت تھا اور پیشانی کے بل گہرے ہو رہے تھے۔

بارات پر بنی سنوری عانیہ سب کے دل میں اتر رہی تھی لیکن ویسے کی دلہن کے اداس اور خاموش چہرے نے احساس دلایا کہ وہ شریک سفر کے دل میں اترنے سے قاصر رہی ہے۔

اس کیوں کا جواب فی الحال کسی کے پاس نہ تھا۔ بنی سنوری، باتونی، ہنس مکھ عانیہ شادی کے بعد خاموش رہتی۔

شہر یار کا حلقہ احباب وسیع تھا لیکن بیوی اسے محدود زندگی والی درکار تھی۔ گھریلو، سادہ۔

اپنی بیوی کے سامنے دوسری عورتوں کو سراہنے والے، مرد کیسے بچھوتے ہیں، عانیہ کو اب احساس ہوتا۔

لیکن بھرم بھی ضروری ہے۔ شکوہ کیسے کرتی، کیا بتاتی بھلا؟

شہر یار کو فلاں کو لیگ پسند ہے کیونکہ اس کا ذوق لباس عمدہ ہے۔ فلاں دوست کی بیوی کی ہنسی اس کا تعارف ہے یا اس کی کلاس فیلو نے اس کے لیے خود کشی کی تھی۔

وہ لڑکیوں پر ایسے ایسے گھٹیا تبصرے کرتا کہ عانیہ کا دل کرتا مرجائے۔

”کاش، عورت نامحرم سے بات کرتے ہوئے

اپنی حدود کا خیال رکھے۔“ وہ سوچتی۔ بعض اوقات حالات ہماری تربیت کرتے ہیں۔ قسمت آئینہ تھما دیتی ہے۔ جس میں ہماری غلطیاں اور ماؤں کی غفلت شامل ہوتی ہے۔

وقت نے کروٹ لی۔ وہ ماں بنی تو احساس ہوا کہ بیٹی کی ماں ہونا کتنی ذمہ داری کا کام ہے۔ وہ اس کے لباس کا خیال رکھتی۔

”ارحم تمہارا کزن ہے بیٹا! نام مت لو، بھائی کہو۔“

”دوپٹہ ٹھک کر لو۔“

”منہ پھاڑ کر مت ہنس۔“ وہ ہر لحظہ نظر رکھتی۔

”مما! پارٹی پر یہ ڈریس کیسا لگے گا؟“

پندرہ سالہ بیٹی نے شیفون کا باریک لباس ساتھ لگا کر رائے طلب کی۔

بنا آستین کے، تنگ پاجامہ۔ نوخیز کلیاں، جو دیکھنے والوں کو متوجہ کرتی ہیں۔ نظریں جو روح کو کثیف کر دیتی ہیں اور ذہن کو آلودہ.....

اسے پہلے قدم پر روکنا تھا۔ محبت سے، تنبیہ سے، نصیحت سے۔

”ٹمن! یہ کیسا ہے؟ میں نے تمہارے لیے منتخب کیا ہے۔“ اس نے بلیو کلر کا کرتا اور ٹراؤزر سامنے کیا۔

جو بہت سوبر تھا۔ بدن کو ڈھانپتا، شخصیت کو اجاگر کرتا۔ ٹمن نے ٹیکھی نظر ڈالی۔

”ہمم..... اوکے۔ آپ کی چوائس کبھی غلط نہیں ہو سکتی مم!“

وہ عانیہ کے گلے لگ گئی۔ عانیہ نے اس کی پیشانی چوم لی کیونکہ اسے ادراک تھا، بیٹی خوب صورت ہے۔ سو یک دم مرکز نگاہ بن جاتی ہے لیکن ہر نگاہ میں خیر نہیں ہوتی۔

